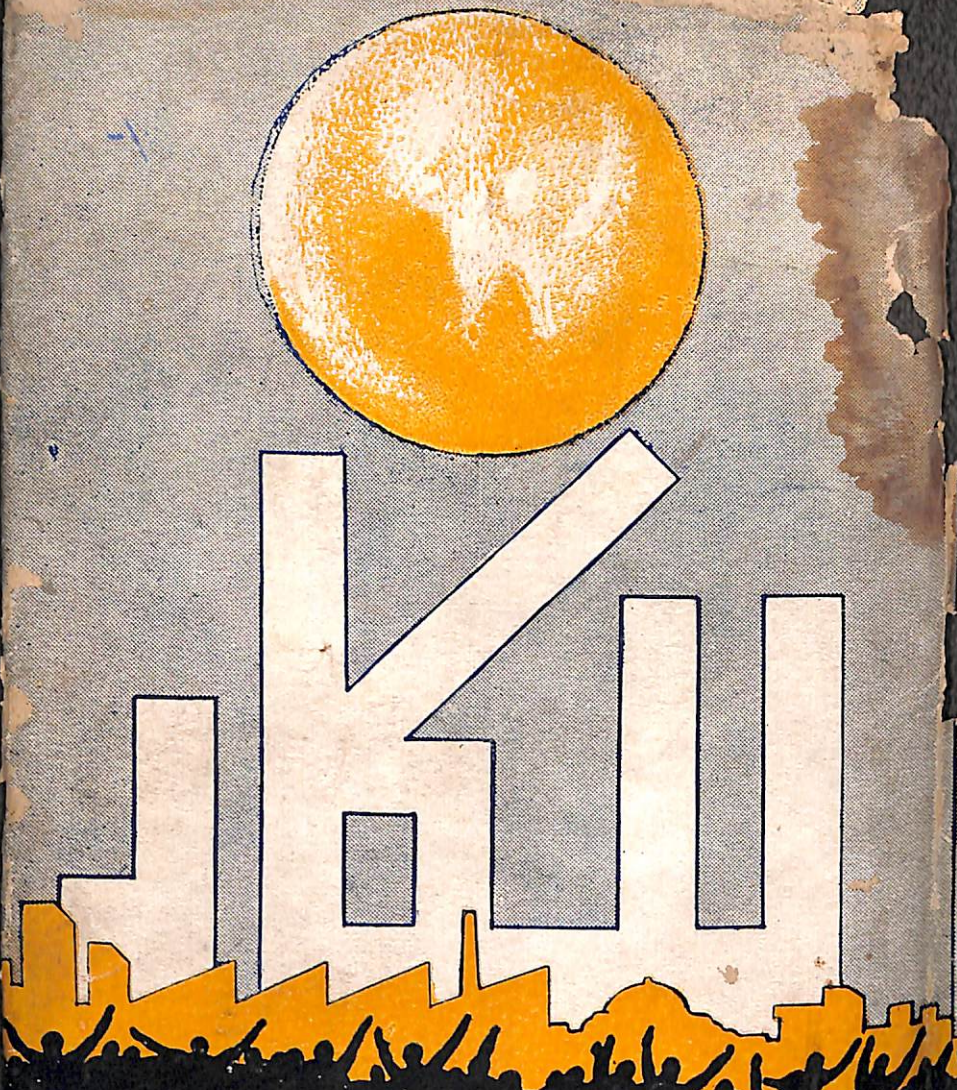


نریش کمار شاد

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri.

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

للکار

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

سکار

نریش کمار شاد

مکتبۂ شاہراہ دہلی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

(جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ)

پہلی بار ۱۰۰۰
قیمت دو روپے چار آنے

فروری ۱۹۵۲ء

نعمانی پریس دہلی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

عوام کے نام ——————

جو للکار بن کر ان نظموں میں گونج رہے ہیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ترتیب

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ابتدائیہ

یہ مجموعہ مختلف زبانوں کے آٹھ نامور اور نمائندہ عوامی اور انقلابی شاعروں کی ایسی نظموں پر مشتمل ہے جو مجھے بے حد محبوب ہیں اور جو ظالم اور خونخوار قوتوں کے خلاف فنی اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن کی آفاقی گونج میں جہاں فاشزم اور شہنشاہیت کے خلاف حقارت اور غصے کی چنگاریاں بھڑک رہی ہیں وہاں ابھرتی اور آگے بڑھتی ہوئی زندگی کا آہنگ بھی رچا ہوا ہے۔ اسی رعایت سے میں نے کتاب کا نام "للکار" تجویز کیا ہے اور ہر شاعر کی منظومات سے پہلے اس کی ذاتی زندگی کے چند ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جو اس کے فن پر بھی اثر انداز ہوئے ہیں۔

ان نظموں کا اندازِ بیاں اردو نظم کے مروجہ اور روایتی اسلوب سے کچھ کچھ علیحدہ اور کہیں کہیں سے کٹا کٹا بھی محسوس ہوگا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک زبان کی نظم کے خیال کی شعریت اور الفاظ کی موسیقیت کی خوشبو جوں کی توں دوسری زبان کے اسلوب و بیاں کے پھولوں میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ اسے کسی حد تک مترجم کی فنی کمزوری پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اس سائنسی حقیقت سے انحراف ممکن نہیں کہ ہر ملک کے علم و فن پر وہاں کی مخصوص لسانی، سماجی اور تہذیبی فضا کی چھاپ ہوتی ہے اور یہاں یہی چھاپ ان ترجمہ کی ہوئی نظموں کی متعدد ترکیبوں، استعاروں اور تشبیہوں کی اجنبیت کا موجب ہے۔

یہاں میں بعض نظموں کے پس منظر کے بارے میں بھی کچھ باتیں بتا دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ خٹک شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نڈر اور بہادر جنگجو بھی تھا۔ اسی لئے اس کی شاعری بھی آمریت کے خلاف ایک مضبوط اور موثر ہتھیار کا درجہ رکھتی ہے اور اس کے جوشیلے نغموں کی روح میں اس کے عمل اور تجربے کی جھنکار گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اپنی نظم "مغل" میں اس نے ایمل خاں اور دریا خاں کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں خٹک کے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

نہایت قابل اور جری جرنیل تھے اور انہوں نے آخر دم تک خشک کا ساتھ دیا تھا اور اس کے دوش بدوش اورنگ زیب کی بہیمیت اور شہنشاہیت کے خلاف نبرد آزما رہے تھے۔ خشک کو اپنے ان دونوں جرنیلوں سے بے حد عقیدت تھی۔ اور ان کی قابلیت اور شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ اور ان کی موت پر اسے واقعی بہت گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ جس کا اظہار اس نے مذکورہ نظم کے علاوہ اپنی اور بھی کئی نظموں میں کیا ہے۔

اپنی دوسری نظم "حمیت" میں مغل سامراج کے افغان کش اقدامات کے خلاف بھرپور نفرت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ خشک نے اپنے سادہ لوح ہم وطنوں کو بیداری اور عمل کا درس بھی دیا ہے۔

پشکن کے عہد میں زارشاہی کے قہر و غضب کا دور دورہ تھا اور روسی کسان بری طرح زرعی نظام کی چکی میں پس رہا تھا۔ پشکن کی نظم "گاؤں" زرعی نظام کی چیرہ دستیوں کی لرزہ خیز اور دردناک تصویر ہی نہیں بلکہ زراعتی اجارہ داری کے خلاف ایک واضح اور ٹھوس احتجاج بھی ہے۔

"بشارت" دراصل اس کی نظم "شاد بیف" کے نام کا آزاد ترجمہ ہے اور اس نظم کے مجموعی تاثر اور مرکزی خیال کو اپنی پوری شدت سے ابھارنے کے لئے مجھے انداز بیاں میں معمولی تنسیخ و تصرف سے کام لینا پڑا ہے۔

"سائبیریا کے اسیروں کے نام" ان باغیوں سے متعلق ہے جنہیں دسمبر ۱۸۲۵ء کی بغاوت میں حصہ لینے کے جرم میں جلاوطن کر دیا گیا تھا اور جن میں اکثر پشکن کے ذاتی دوست اور ہم جماعت بھی شامل تھے۔ اس ضمن میں پشچن اور کوچل بیچر کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

"گھن گرج" مایکافسکی کی At the top of my voice کا ترجمہ ہے اس کی وفات کے بعد اس کے ادھورے مضامین اور نامکمل منظومات کے جو مسودات ملے ان میں یہ نظم نہایت اہم اور ممتاز قرار دی گئی ہے۔ اور اس کے بارے میں مستند نقادوں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اگر مایکافسکی اسے مکمل کر لیتا تو یہ نظم دنیا کے عظیم فن پاروں میں شمار ہوتی۔

"ایفل ٹاور" پیرس کا مشہور اور بلند ٹاور ہے۔ ۱۹۲۵ء میں مایکافسکی نے اپنے فرانس

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

کے سفر کے دوران میں اس ٹاور کو دیکھ کر اپنی نظم "ایفل ٹاور" لکھی تھی۔ اس زمانے میں فرانس کی عوامی جدوجہد کافی سست اور کمزور تھی اور مایکافسکی نے اپنی اس نظم میں ایفل ٹاور کو وہاں کی عوامی جدوجہد کا سمبل بنا کر اسے روس کی انقلابی طاقتوں کے ساتھ اپنا ناطہ قائم کرنے کی دعوت دی ہے تاکہ وہ اپنے اندر سرگرمی اور سربلندی پیدا کر سکے۔

ماؤ کی "لال فوج" (Red Army) کے پیچھے چینی عوام کی جدوجہد کی انقلابی داستان ہے۔ ۱۹۳۴ء میں جنرل چیانگ کائی شیک نے سُرخ مقبوضات کے ارد گرد عسکری حصار باندھ دیا تھا جس کی وجہ سے لال فوج کو (جس میں تقریباً ایک لاکھ افراد شریک تھے) پورے چھ ہزار میل کی پسپائی برداشت کرنا پڑی تھی۔ جس کو اپنی اصطلاح میں وہ لانگ مارچ کہتے ہیں۔ ماؤ نے یہ نظم لانگ مارچ کے دوران ہی میں لال فوج کے حوصلوں کو تیز کرنے کے لئے لکھی تھی۔ اس لئے چینی انقلاب کی تاریخ میں یہ ایک غیر فانی ترانے کا رتبہ رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کو گاتے گاتے لال فوج کے سخت جان سپاہی بارہ مختلف صوبوں میں گھومنے پھرنے کے بعد اور تین سو بیندرہ چھوٹی بڑی لڑائیاں لڑ کر ایک چھوٹے سے صوبے شانسی پر قابض ہوتے تھے اور ییانان کو دارالحکومت بنا کر انہوں نے عوامی جمہوریہ کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔

پبلو نرودا کی "عداوت" کا پس منظر تباہ شدہ میڈرڈ ہے۔ جب فرانکو کے فاشسٹ سپاہیوں نے میڈرڈ میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا جب انہوں نے ہزاروں معصوم ہسپانوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور جب ان گنت ہسپانوی عوام گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے۔ جن میں پبلو نرودا کے بیش تر دوستوں کے علاوہ اس کا عزیز ادیب ساتھی فریڈریکو گارسیا لورکا بھی ان کی بہیمیت اور بربریت کی نذر ہو گیا تھا۔ تب پبلو نرودا نے ان شہیدوں کی یاد میں اور میڈرڈ کی تباہ حالی کے باوجود ہسپانیہ کے لوگوں کے تاریخی جہاد سے متاثر ہو کر یہ نظم لکھی تھی۔

"اسٹالن گراڈ" دوسری جنگِ عظیم سے متعلق ہے جب اسٹالن گراڈ میں فاشی اور عوامی قوتوں کا تاریخی تصادم ہوا تھا۔ اور جب اسٹالن گراڈ کی گلی گلی میدانِ کارزار بن گئی تھی اور روسی سرفروشوں نے اتحادیوں (فرانس۔ انگلینڈ۔ اور امریکہ) سے مل کر بپھری ہوئی نازیت کو کلہ توڑ جواب دیا تھا۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ایلیا اہرن برگ کے بقول پیلو نرودا کی اس نظم میں وہ سادگی ہے جسے ایک مخلص گھمبیر فن کار اپنی مسلسل ذہنی ریاضت، جستجو اور ایثار سے حاصل کرتا ہے۔

"وضاحت" اور "اسٹالن گراڈ" یہ دونوں نظمیں پیلو نرودا کے مجموعہ Paradise on the earth سے لی گئی ہیں اور تیسری نظم "آرزو" اس کی تازہ ترین تخلیق I want the Earth کا ترجمہ ہے جس میں اس نے اپنے اس معاشی نظریے کو ظاہر کیا ہے جو عوام کی زندگی میں امن اور مسرت کا امرت گھول سکتا ہے اور جس کی وجہ سے حکومت نے اسے معتوب قرار دے کر آج تک جلاوطن کر رکھا ہے۔

لوئی اراگاؤں کی "فن" اس زمانے کی پیداوار ہے جب وہ اپنی شاعری کو ماورائیت کے گورکھ دھندوں سے نکال کر عام انسانوں کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ کر رہا تھا۔ اس کے اس ذہنی انقلاب کا سبب بہت حد تک اس کی بیوی الزا تریولت تھی جو خود ایک ادیبہ ہونے کے علاوہ عوامی تحریک کی بھی ایک سرکردہ کارکن تھی۔ اراگاؤں نے اپنی اس نظم میں اسے موضوعِ سخن بنا کر اپنی شاعری کے رجحان کی تبدیلی اور اپنی پیچیدہ بیانی کو ترک کرنے کی وجہ بیان کی ہے۔

ناظم حکمت کی پانچوں نظمیں اس کی طول و طویل نظر بندی کی دین ہیں، اسی لئے ان میں ایک نئی اور خوشحال زندگی کی لطافت اور مسرت کے ساتھ ساتھ قید و بند کی صعوبتوں کے تلخ اور کسیلے تجربوں کی کسک بھی شامل ہے "موت" "تمہارے ہاتھ" اور "بیوی کے نام" ۱۹۴۵ء سے پہلے کی کہی ہوئی نظمیں ہیں۔ "بیسویں صدی" اور "جشنِ انقلاب" بعد میں کہی گئی تھیں۔

نریش کمار شاد

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



خوشحال خاں خٹک

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

خوشحال خاں خٹک

ایک غیرت مند انسان کے لئے دُنیا میں دو ہی
کام ہوتے ہیں یا تو وہ کامران ہوتا ہے یا اپنا سر
قربان کر دیتا ہے۔ آزادی بادشاہی سے بڑھ
کر ہے اور دوسرے کا تابع فرمان ہونا ہی تو
غلامی ہے۔

(خٹک)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

خوشحال خاں خٹک سرحد کا حریت پسند اور بے باک جرنیل، اور پشتو زبان کا سب سے بڑا اور قادر الکلام شاعر تھا۔ اس کی زندگی کی جد و جہد کے آئینے میں افغانستان کی ادبی اور سیاسی تاریخ کا دورِ بیداری کروٹ کروٹ جلوہ گر ہے۔

سنہ ۱۶۱۳ء میں وہ اکوڑہ میں پیدا ہوا۔ اس وقت اس کے وطن پر مغلوں کی حکومت تھی اور اس کا باپ شہباز خاں خٹک قوم کا ایک جری اور غیور سردار تھا اور شاہ جہان کے دربار میں منصب داری کے عہدے پر فائز تھا۔ سنہ ۱۶۴۰ء میں جب شہباز خاں قبائلی خانہ جنگی کا شکار ہو کر انتقال کر گیا تو خشک اپنی قوم کا سردار مقرر ہوا۔ شاہ جہان اپنے دورِ حکومت میں خٹک کی شجاعت اور حمیت کو کافی تعظیم و احترام کی نظر سے دیکھتا رہا لیکن بعد میں جب اورنگ زیب تخت نشین ہوا تو خٹک اسے کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔ کیونکہ وہ اورنگ زیب کی ہوسِ ملک گیری کی بھٹی میں پٹھانوں کو جھونکنے اور ان میں پھوٹ ڈال کر حکومت کرنے کی آمرانہ اور افغان کش پالیسی کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کرنے لگا تھا۔ آخر اورنگ زیب نے ایک گہری سازش کے ذریعے خٹک کو پشاور بلا کر گرفتار کر لیا اور اسے دہلی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اور تھمبور کے قلعوں میں قید و بند کی طرح طرح کی صعوبتیں پہنچانی شروع کر دیں۔ لیکن ان صعوبتوں کے باوجود خٹک کے باغیانہ عزائم کا آتش فشاں سرد نہ ہو سکا۔ اور وہ برابر اپنی نظموں میں پٹھانوں کو آزادی اور انقلاب کا پیغام دیتا رہا۔ چنانچہ جب آزادی کی تحریک تیز ہو گئی اور پشاور کے پختون بھڑک اٹھے تو گرفتاری کے تین سال بعد اورنگ زیب خٹک کو رہا کرنے پر مجبور ہو گیا۔

اس کے بعد خٹک اگرچہ اپنی قوم کے باہمی نفاق کی وجہ سے اپنے انقلابی مقاصد سے عہدہ برا نہیں ہو سکا۔ تاہم زندگی بھر مغل شہنشاہت سے نبرد آزما رہا۔ ستر سال کی عمر میں اس کی بینائی ضائع ہو گئی۔ اور ۷۸ سال کی عمر میں اس نے وفات پائی۔

خٹک تلوار اور قلم دونوں کا دھنی تھا۔ اس کی تصنیفات کی تعداد اڑھائی سو کے لگ بھگ ہے اور اس نے پشتو ادب کی محراب میں سچی ملکی ملی اور عوامی شاعری کی وہ قندیل روشن کی ہے جسے وقت و حالات کی کوئی گردش گل نہیں کر سکتی۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

مغل

جب نگاہ پڑتی ہے آج کل کے مغلوں پر

دیکھتا ہوں پہلے سے طور اب نہیں باقی
اُن کے تیغ و خنجر کا دور اب نہیں باقی
اب فقط قلم ان کا رہ گیا ہے پاس اُن کے
دے کے طمع مال و زر مختلف فریبوں سے
سادہ دِل پٹھانوں کو پھانستے ہیں وُہ اکثر

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

لیکن اُن کی چالوں کا کچھ اثر نہیں مجھ پر
فضلِ ربِ عالم سے زاغ ہوں نہ مکھّی ہوں
میل اور غلاظت کے ڈھیر پر جو منڈلاؤں
اس فضائے ہستی میں مَیں ہوں باز اور شاہیں
اپنے صید کو پا کر قلب ہے نشاط آگیں
میری چشمِ دل پھر بھی اس لئے لہو روتی
ایک بھی مرے جیسا خان ہے کہاں کوئی
عزت اور عظمت سے ایبل اور دریا خاں
چل بسے ہیں دنیا سے اب ہیں خلد کے مہماں
اور مفارقت اُن کی بن گئی ہے وجہِ غم
ذہن و دل پہ طاری ہے درد و یاس کا عالم

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

حمیت

جس کے کانوں میں بھی پہنچتی ہے
میری شمشیرِ تیز کی جھنکار
فرطِ وحشت سے تھرتھراتا ہؤا
چارپائی سے اب بھی گرتا ہے
آؤ دیکھو کہ اس زمانے میں
میں ہی تو حوصلہ دہ اک سوالِ ہمت

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جس نے اورنگ زیب کے دِل کو

زخم آلود و داغ دار کیا

ایک خیبر پہ ہی نہیں موقوف

آج مغلوں کے واسطے مَیں نے

ملک بھر کو بنا دِیا خیبر

اور وہ ہر جگہ پٹھانوں کو

ہو کے مجبور دے رہے ہیں خراج

ہیں ارادے کئی مِرے دِل میں

وائے افسوس کیا کروں کیونکہ

آج افغان بے حمیّت ہیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



پشکن

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

پشکن

بدکردار ظالم بادشاہو!
میں تمہارے تخت وتاج سے نفرت کرتا ہوں تمہاری
تیرہ بختی اور تمہاری موت پر ایک سنگ دل انسان
کی طرح خوش ہوتا ہوں۔

(پشکن)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

روسی زبان کا سب سے بڑا شاعر اور ترقی پسند ادب کا عظیم ترین راہ نما الگزینڈر سیرگیوچ پشکن ۶ جون ۱۷۹۹ء کو ماسکو میں پیدا ہوا۔ اس زمانے میں روس کے سماجی اور معاشی نظام پر زار شاہی اپنی پوری بربریت اور بہیمیت کے ساتھ برسر اقتدار تھی اور اسی بربریت اور بہیمیت کی کوکھ ہی سے روسی فوج اور روس کے تعلیم یافتہ متوسط درجے کے شرفا میں حکومت سے نفرت اور بغاوت کے جذبات جنم لے رہے تھے۔ انہیں جذبات کے گہوارے میں پشکن کا ذہن، اس کی زندگی اور اس کا آرٹ پروان چڑھا۔

اس کی ابتدائی تعلیم و تربیت بارہ سال تک اپنے گھر ہی میں ہوئی۔ بعد ازاں اسے اس وقت کی بہترین درسگاہ لیسیئم میں تحصیل علم کے لئے داخل کرایا گیا۔ یہاں چھ سال کے دوران میں اس نے یورپ اور یونان کے کلاسیکی ادب کے علاوہ والٹیر کی تصنیفات کا بھی مطالعہ کیا اور اسی ماحول میں اسے شعر کہنے کا ذوق پیدا ہوا۔

بعد ازاں اس نے بدیشی وزارت میں ملازمت اختیار کر لی۔ اور ملازمت کے زمانے ہی میں اپنی نظموں میں کلیسا اور ریاست کے اعلیٰ اور حقوق یافتہ افراد جن میں زار بھی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

شامل تھا کی بدعنوانیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ انہیں نظموں کی وجہ سے [illegible] اسے جنوبی روس میں جلاوطن کر دیا گیا۔ لیکن یہ جلاوطنی اس کے باغیانہ مزاج کی نشو و نما کے لئے اور زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ یہاں اس نے اپنی تخلیقی قوتوں کو پورے طور پر باغیوں کی جنوبی انجمن کی تحریک سے منسلک کر دیا۔ ۱۸۲۴ء میں جب اسے جنوب سے شمال میں منتقل کیا گیا تو وہ شمالی روس کی چھپڑی ہوئی زندگی کی رگوں میں جاگرتی کی لہریں دوڑانے لگا۔ چنانچہ جب ۱۴ دسمبر ۱۸۲۵ء کو سینٹ پیٹر برگ میں انقلابی روسا کی بغاوت ناکام ہوئی تو اس بغاوت میں حصہ لینے والوں کے قبضے سے پشکن کے لکھے ہوئے مسودات بھی برآمد ہوئے۔

۱۰ فروری ۱۸۲۶ء کو یہ عظیم شاعر انتقال کر گیا۔

میکسم گورکی کے الفاظ میں پشکن بلاشبہ ہماری دنیا کا سب سے بڑا فن کار ہے۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

گاؤں

(ا)

لہلہاتے خوشنما کھیتوں پہاڑوں وادیوں کے درمیاں
لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے وہ انسان بھی
جان سے بڑھ کر جسے محبوب ہو انسانیت
دیکھتا ہے جب یہاں
ایک اِک چہرے پہ کندہ ہیں جہالت کے نقوش
اور ان کے خون سے پاتی ہے اب تک پرورش
سنگدل ہمغرور اور قانون سے بے بہرہ آقاؤں کی نسل

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جو ہے اندھی دوسروں کے آنسوؤں کے واسطے
جو ہے بہری دوسروں کی آہ و زاری کے لئے
منتخب جس کو کیا ہے اس لئے تقدیر نے
کر سکے وہ دوسروں کی زندگی کو پائمال
چھینتی ہے اپنے ہاتھوں میں جو ہنٹر تھام کر
اک کساں کی ساری محنت، سارا غلّہ اور ساری زندگی
اور وہ بھوکا جفاکش تازیانے کا غلام
افتاں و خیزاں چلاتا ہے کرائے کا جو ہل
کھینچ دیتا ہے زمیں کے سینۂ خاموش پر
اپنے ان سفاک آقاؤں کی قسمت کی لکیریں جابجا
جن کے پتھر دل پگھل سکتے نہیں
بے کسی کی التجاؤں سے کبھی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اور یہاں ——

عام انسانوں کے شانوں پر دھرا رہتا ہے بارِ دردو غم

اور دوشیزائیں بھی مجبور ہیں

اپنے دل کی آرزوئیں اپنے ہاتھوں سے کچلنے کے لئے

بیاہیں بھی تو شے نہیں سکتیں شخص کا محبت سے جو سب

ان پہ آتی ہے جوانی اِس لئے

تاکہ وہ

اپنے آقاؤں کے سینے میں ہوس کی آگ ٹھنڈی کر سکیں

اور یہاں ——

ایک محنت کش کا بیٹا ایک تیرہ بخت کا لخت جگر

اپنی ماں اور باپ کے اشکوں کا ساتھی اور بڑھاپے کا عصا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اِس لئے ہوتا ہے پیدا تاکہ وہ

بادشاہِ وقت کے محلوں کی دربانی کرے

(۳)

آہ کیا یہ ہو نہیں سکتا کہ میری شاعری

ان کے خوابیدہ دماغ و دل میں بیداری کے شعلے پھونک دے

میرا سینہ کیوں جلا جاتا ہے آخر آتشِ بے فیض سے

کس لئے میری زباں شعلے اُگل دیتی نہیں

دوستو ——— !

کیا کبھی دیکھونگا اپنی قوم کو آزاد اور بیدار بھی

کیا زراعت کا اجارہ مٹ سکے گا حرفِ باطل کی طرح

کیا مِرے پیارے وطن میں مہرِ آزادی کبھی

دے سکیگا اک نئی اور خوبصورت صبحِ تاباں کو جنم

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

بشارت

شوخ خوابوں کے جال ٹوٹ گئے
زندگی اب اٹل حقیقت ہے
ہر نفس تند و تیز ہے جیسے
گردشِ وقت سے عبارت ہے

جاگ اٹھا بڑے خروش کے ساتھ
اپنی کچلی ہوئی زمیں کا شعور

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

آ گیا کام دردِ ناکامی
بس بڑا ظلم و جور کا ناسور

ایک اک نوجواں ہے سینہ سپر
اپنی آزادیٔ وطن کے لیے
سب کے سینوں سے اٹھ رہا ہے دھواں
سب کی آنکھوں میں جل رہے ہیں دیے

اک نئے انقلاب کی خواہش
وقت وقت کا دل اُبھارتی ہے
ہر گھڑی نغمۂ جرس کی طرح
اک نئے دور کو پکارتی ہے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اب وہ لمحاتِ نور دُور نہیں
آئے گی جب رُخِ وطن پہ بہار
روس خوابِ گراں سے چونکے گا
منزلیں ہوں گی راستوں کا غبار

ٹوٹ جائیں گے سطوتوں کے غرور
تخت اُکھڑیں گے تاج ڈھلکیں گے
اور اُن کے شکستہ ہیروں میں
سرفروشوں کے نام جھلکیں گے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

سائبیریا کے رفیقوں کے نام

اے سائبیریا کے رفیقانِ انقلاب
تم ان عمیق کانوں میں ثابت قدم رہو
مغرور ہو کے دولتِ صبر و شکیب پر
کچھ اور دن یہ قید کے رنج و الم سہو

مجھ کو یقین ہے کہ تمہاری حیات پر
سایہ نہ پڑ سکے گا شکست و ملال کا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جائیگی رائگاں نہ تمہاری یہ جد و جہد
ختم ہو سکے گا سر نہ تمہارے خیال کا

امید قید خانے کے تیرہ سکوت میں
دیتی ہے جگمگا کے یہ جرأت فزا پیام
"مطلوب دن تمہارا بہت جلد آئے گا
ہوگی تمہاری زیست بہر طور شاد کام"

یوں چھن رہی ہے مہر و محبت کی روشنی
زندانِ ہولناک کی شب ہائے تار سے
جیسے پہنچ رہے ہیں مقید فضاؤں میں
میرے یہ پُر امید یہ آزاد زمزمے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ٹوٹیں گے ایک گونج سے زنداں کے بام و در
کٹ جائینگے یہ طوق و سلاسل بھی ایکدم
اک سیلِ نور سے کے پھر آزادیٔ حیات
خوش آمدید تم کو کہے گی بہر قدم

اور پھر تمہارے بچھڑے ہوئے باوفا رفیق
بخشیں گے اک نشاط و طرب کا جہاں تمہیں
چھینا تھا جن کو اہلِ حکومت کے جور نے
لوٹائیں گے تمہارے وہ تیغ و سناں تمہیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

تحریک

اے دوست! یہ کون سے نا آشنا حیات
ہے آرزوئے امن میں بے تاب و بے قرار
اٹھیں کہ آج وقت ہے تحصیلِ امن کا
ہے تیز گام توسنِ ایّامِ روزگار
وابستہ جس سے پیار ہے اپنی حیات کا
ہر لمحۂ گریزاں ہے اک ایسا شاہکار

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

آؤ حلف اُٹھائیں کہ زندہ رہیں گے ہم
اور رہیں گے لازوال مسرّت سے ہم کنار
اپنی امنگ اپنی امیدوں کی جان ہے
ارضِ وطن رہی ہے جو آلام کا شکار
ہم مل کے جہل اور غلامی کا یہ نقاب
اس کے حسین رُخ سے اٹھائیں جو ایک بار
لہرائے کائنات فضا جگمگا اُٹھے
ہو جائیں جلوہ ہائے مہ و مہر شرمسار

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



مائکا فسکی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

مائیکافسکی

سرمایہ داری کی بنیادیں جن کی تعمیر اس قدر مضبوط ہے۔
ابھرتی ہوئی بغاوت کے سامنے کانپ رہی ہیں تڑخ رہی
ہیں۔ آگے بڑھتے ہوئے برسوں کی گرج دار آواز سنو۔ یہ
انسانی ارتقا کا جمع شدہ غصہ ہے، ایک سرکشی کا طوفان
ہے جس کی بجلیاں جھلس دیتی ہیں، اور بغاوت کے شعلے
عوامی انقلاب بن جاتے ہیں

(مائیکافسکی)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جدید روس کا سب سے زیادہ محبوب اور مقبول عوامی شاعر ——— جس کی منظومات کے مجموعے لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکے ہیں اور جس کے نام پر روس کے اسکوائروں اور اسٹیشنوں کے نام رکھے گئے ہیں۔

مایکافسکی ایک عظیم طباع اور خلّاق شاعر ہونے کے علاوہ انتہائی بذلہ سنج اور ایک اعلیٰ پایہ کا تصویر کش اور مجسّمہ ساز بھی تھا۔

وہ ۱۸۹۳ء میں جارجیا کے ایک چھوٹے سے گاؤں بغدادی میں پیدا ہوا۔ ۱۹۰۶ء میں والد کے انتقال کے بعد وہ اپنی ماں کے ساتھ ماسکو آگیا اور یہیں سے اس کی زندگی نے ایک اہم ترین اور زبردست انقلابی کروٹ لی۔ اسے اشتراکیت کو سمجھنے اور اس کے قریب ہونے کا موقع ملا۔ اور ۱۹۰۸ء میں وہ باقاعدہ طور پر بالشویک پارٹی کا ممبر بن گیا۔ اور پریس کے کارکنوں اور جوتے بنانے والے مزدوروں میں تنظیمی کام کرنے لگا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۲ء تک اس کے عزم و عمل کی سرگرمیاں اپنے پورے اوج پر تھیں۔ وہ تاس نیوز ایجنسی میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے متواتر کام کرتا رہتا تھا۔ نظمیں کہنے۔ پوسٹر بنانے اور تقریریں کرنے کے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

علاوہ اس نے اسی دوران میں تین فلمی کہانیاں بھی لکھیں اور ان فلموں میں خود ہیرو کا رول ادا کیا۔

۱۴ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء کو ۳۷ سال کی عمر میں اپنے غدار ساتھیوں کے تخریبی اور انتشار انگیز سلوک سے تنگ آکر اس نے خودکشی کر لی۔ اس کے یہ ساتھی بظاہر انقلاب پسند ہونے کے باوجود حقیقت میں ٹراٹسکی گروپ کے آلۂ کار تھے۔ ان کی کوشش یہی تھی کہ جیسے بھی ہو زندگی کے ہر شعبے میں روسی انقلاب کو ناکام کیا جائے۔ چنانچہ مایئکافسکی کی وفات کے بعد جب تک وہ برسر اقتدار رہے۔ انہوں نے جدید روس کے اس عظیم اور تاریخ ساز عوام دوست شاعر کو فراریت پسند قرار دے کر اس کی کتابوں کی اشاعت تک نہیں ہونے دی۔

پیبلو نرودا کے بقول بلاشبہ مایئکافسکی کی طاقت۔ لطافت اور غضبناکی آج تک ہمارے دور کی شاعری میں بے مثال ہے۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ایفل ٹاور

تو آؤ اے ٹاور ——— !

اگر چاہتے ہو بغاوت کے سردار بننا

تو آؤ اے ٹاور

کہ موزوں نہیں ہیں تمہارے لئے یہ فضائیں

یہ پیرس ——— یہ فحباؤں، رجعت پسندی کے افسانہ خواں شاعروں کا گھروندہ

کہاں ہے تمہاری رہائش کے قابل

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

چلو اے بلند اور مضبوط ٹاور

ہماری طرب خیز گلیوں سے کیوں ڈر رہے ہو

ہمارے ٹریکیٹر تمہاری حفاظت کرینگے

ہماری ملیں بھی یقیناً

رضامند ہوں گی تمہارے تحفّظ کی خاطر

یہ مانا وہاں تیر کے جانا آساں نہیں ہے

مگر جب ہمارے بہادر سپاہی

بہم مل کے بولیں گے پہلا ہی ہلّہ

فضا گونج اٹھے گی للکار بن کر

صفیں باندھ کر تو پیرس کی جنتا

بنے گی تمہارے لئے ایک پل ______

اور لوہے کی جلتی سلاخوں سے ہم داغ دینگے کلیجے سبھی غاصبوں کے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ہمارے ہاں آؤ

چلو ہاں چلو اس حسین ماسکو میں

دھوئیں میں جہاں مسکراتے ہیں فولاد پارے

وہاں پر تمہارا سبھی خیر مقدم کرینگے

ہر اک آدمی چاہےگا تم کو اپنے ہی کوچے میں رکھنا

ہر اک کی نگاہوں میں دیکھو گے تم پیار کے نور کی جگمگاہٹ

وہ ایک ایک دن میں کئی بار تم کو

سجائیں گے ——— ونہے سے تانبے سے تم پہ ملمع کرینگے

تمہیں جگمگائیں گے سونے کے مانند

چلو چھوڑ دو پیرس کی اس سرزمیں کو

یہ پیرس ——— یہ آوارہ اور بدمعاشوں کا مسکن

اسے ڈوب جانے دو

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

بولون کے جنگلوں ————

اور عجائب گھروں ————

اور قبروں کی تاریکیوں میں

بڑھاؤ قدم اے بلند اور مضبوط ٹاور !

کرو فیصلہ کیونکہ چاروں طرف سے

بھڑکنے لگے ہیں بغاوت کے شعلے

فضا میں چٹخنے لرزنے لگی ہیں

پرانے سیہ پوش پیرس کی چولیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

گھن گرج

آنے والے دورِ زریں کے معزز ساتھیو!

اے معزز ساتھیو! اے وارثو!!

اس زمانے کی سیاہی اور یخ بستہ غلاظت کی تہوں کو چیر کر

مُردہ اور تاریک صدیوں سے مری دُنیا کا شاید جائزہ لیتے ہوئے

میرے یعنی مائیکا فسکی کے بارے میں بھی تم پوچھا کروگے کچھ سوال

اور تمہارے وقت کے اربابِ علم

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اپنی پروازِ تصوّر اور کتابی علم سے
یہ بتائیں گے نہیں
مائیکا فسکی تھا اپنے دَور کا وہ مطربِ آتش نفس
جو گوارا کر نہ سکتا تھا جمودِ زندگی
اے پروفیسر ذرا
اپنی آنکھوں سے اتارو اپنا چشمہ تاکہ میں
اپنی اور اپنے زمانے کی کہوں خود کوئی بات
مَیں ہوں اک ایسا بہشتی اور داروغہ صفائی کا جسے
انقلابِ احمریں نے بخش رکھا ہے محاذِ شاعری
مَیں بھی تھا بیزار ہنگامی ادب سے دوستو
مَیں بھی گانا چاہتا تھا پیار کے رنگین گیت
مَیں نے لیکن اپنے تلووں کے تلے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

گھونٹ ڈالا ہے گلا اُن دِل نشیں نغمات کا

عام لوگوں کی طرح

مر گئے ہاں وہ مرے رنگین نغمے مر گئے

جیسے لاتعداد ساتھی مارے جاتے ہیں جہاد و جہد میں

ہاں سنو ——— !

اے آنے والے دورِ زرّیں کے معزّز ساتھیو

اے معزّز ساتھیو ! اے وارثو !!

اِک ڈھنڈورہ پیٹنے والے کی آوازِ بلند

اپنے نغموں میں مخاطب کر رہا ہوں میں تمہیں

جیسے ہو اِک زندہ انساں دوسرے زندوں سے محوِ گفت گو

آنے والے دور کے ایام میں

میں تمہارے پاس پہنچوں گا ضرور

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اور میری شاعری

پھاند کر ادوار کی سب گھاٹیاں

شاعروں کے اور حکومت کے سروں سے سرسراتی اور لہراتی ہوئی

تم تک آئے گی ضرور

(شاید اپنی شان و شوکت اور سج دھج سے نہیں)

میرے نغمے اِک سپاہی کی جواں مردی کے ساتھ

بھاری بھرکم آہنی ملبوس زیب تن کئے

ایستادہ ہیں اجل کے خیر مقدم کے لئے

اپنے نغمے —— اپنی پوری قوّت و عظمت کے ساتھ

(بیس سالوں تک رہے ہیں جو فضاؤں پر محیط)

مَیں تمہاری نذر کرتا ہوں بصد مہر و خلوص

آنے والے دورِ زرّیں کے اے مزدورو! محنت کشو!!

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



ماؤ سی تنگ

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ماؤسی تنگ

ہمیں عوام کی خوشیوں۔ ان کے جذبوں اور ان کے طور
طریقوں سے اپنے علم کے غرور میں نفرت نہیں کرنی چاہیئے
ہمیں ان کی زبان کو اپنانا اور ان کے مسائل کو ان کے
اپنے طریقوں سے شعر میں ڈھالنا چاہیئے۔ ہم عوام کا ایک
کبھی الگ نہ ہونے والا حصّہ ہیں۔ جب تک یہ خیال ہم
اپنے ذہن میں پوری طرح نہیں رچا لیتے اس وقت تک سچا اور
انقلابی ادب پیدا نہیں کر سکتے۔

(ماؤسی تنگ)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ماؤسی تنگ ۱۸۹۳ء میں ایک چینی کسان جین شینگ کے یہاں پیدا ہوا۔ ہوش سنبھالتے ہی گھر کے کام کاج میں ماں باپ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ آٹھ سال کا ہوا تو اسے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں اس نے تیرہ سال کی عمر تک اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد باپ بیٹے کے سماجی اور معاشی نظریات کے اختلافات کی خلیج کچھ ایسی گہری ہو گئی کہ ماؤ کو سب سے پہلے اپنے گھر سے بغاوت کرنی پڑی۔ اور وہ ماں باپ کو چھوڑ کر تقریباً چھ ماہ تک اپنے ایک وکیل دوست شاؤ کے پاس ٹھہرا رہا۔ اسی دوران میں صوبہ ہونان کے پایۂ تخت چانگشا میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ماؤ کی زندگی پر بڑا گہرا اور پائدار اثر ڈالا۔ اور جس کے ردِ عمل کے طور پر وہ سیاسیات اور ملکی معاملات سے عملی دلچسپی لینے لگ گیا۔ اس کے بعد وہ ہسیانگ کے مدرسے میں داخل ہوا۔ جہاں اس نے طبعیات۔ تاریخ اور فلسفے کے علاوہ دیگر نئے مغربی علوم کا بھی مطالعہ کیا اور یہی مدرسہ اس کی ادبی زندگی کا سنگِ بنیاد ثابت ہوا۔

ماؤ تسے تنگ چین کا عوامی ہیرو ہونے کے ساتھ ساتھ بلاشبہ انقلابی قلم کاروں اور دانشوروں کا ادبی رہنما بھی ہے۔ اپنی بے پناہ اور ان تھک سیاسی سرگرمیوں کے علاوہ وہ چینی ادبیات کا فاضل

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ایک جادو بیاں مقرر اور نہایت بلند مرتبت شاعر بھی ہے۔ اس کے اپنے بقول اگرچہ اس کی نظمیں ماما ہو ہو (یعنی بے کار اور حماقت انگیز) ہیں اور وہ محض اس کے ذوقی دل بہلاوے کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی شعری لطافتوں اور فنی رعنائیوں میں ایک نئی دنیا جنم لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور چینی عوام کے شعور میں انقلابی ولولوں کی چنگاریاں بھڑکانے میں اس کی شاعری نے نہایت اہم، عظیم اور تاریخی رول ادا کیا ہے اور شاید اسی وجہ سے چینی عوام میں اس کے بارے میں یہ جملہ بہت مشہور ہے کہ

"ہمارے ایک شاعر نے سیاسی انقلاب کر ڈالا ——"

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

برف

ایک اِک ذرّے پہ ہے یخ بستگی چھائی ہوئی
دھند میں لپٹا ہوا ہے پورے اتّر کا سماں
چین کی دیوار کے دونوں طرف سے پے بہ پے
گر رہی ہے برف جیسے ٹوٹتی ہیں پتّیاں
برف کے گالے ہی گالے اب تو آتے ہیں نظر
جیسے پیچھے رہ گیا ہے ایک شورِ بے کراں
زرد دریا کے بھی دونوں ساحلوں میں دور تک
اب دکھائی دے نہیں سکتا کہیں آبِ رواں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

خندہ زن ارضِ وطن ہے اس حسیں موسم میں یوں
دودھیا جامے میں جیسے اک حسیں ہو گل فشاں
دے رہی ہے ہر بہادر کو جو دعوت پیار کی
ان مناظر میں اک ایسی جاذبیت ہے نہاں
کون کہتا ہے کہ تاتی سونگ ہو انگ اور تائی سو
صاحبِ احساس تھے تہذیب کے تھے پاسباں
اور وہ چنگیز خاں بھی تھا تمدّن یافتہ
کھینچ سکتا تھا جو چیلوں پر ہی صرف اپنی کماں
اُن پہ کھُل سکتے تھے کیونکر سینۂ فطرت کے راز
وُہ سمجھتے تھے کہاں حسن و محبّت کی زباں
آج ہی کے آدمی کے پاس یہ جذبات ہیں
آج ہی کا آدمی ہے زندگی کا رازداں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

لال فوج

سفر دراز ہو تو ہو ہر اس سے غرض نہیں
ہماری لال فوج کے جواں بھی تھک سکے کہیں
خوشی خوشی صعوبتوں کے وار جھیلتے ہوئے
یہ بڑھ رہے ہیں موت سے بھی پھاگ کھیلتے ہوئے
لپک رہے ہیں سربلند چوٹیاں پھلانگ کر
گزر رہے ہیں تند و تیز ندیوں سے بے خطر

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

نشیب اور فراز یہ سپانگ کے پہاڑ کے
ٹیبنگ کے قریب سبزہ زار یہ گھنے گھنے
یہ گولڈ سینڈ ندی جس کی موج موج کوہ کن
غضب کا جس میں جوش ہے بلا کا جس میں بانکپن
یہ تاؤ ندی کی ہوا جو منجمد کرے لہو
یہ شا گمن پہاڑ جس پہ برف ہے چہار سُو
مصیبتوں کے یہ کڑے مقام جب گزر گئے
جواں ہمارے جب بھی یہ حصار پار کر گئے

لبوں پہ مستیٔ طرب بہار بن کے چھائے گی
قدم قدم پہ لال فوج جھوم جھوم جائے گی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



نذرالاسلام

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

نذر السلام

اے افلاس! تو نے ہی مجھے یہ عظمت بخشی ہے۔ عیسیٰ کے
سر پر کانٹوں کا تاج کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ مرحبا کہ اس
زینت سے تو نے مجھے بھی سرفراز کیا اور وہ جوانمردی عطا
کی جو نورِ حقیقی کی پروردہ ہے۔ میری نگاہوں کو تو نے آتش
فگن اور زبان کو تند خو بنایا اور یہ تیری ہی تربیت کا اثر
ہے کہ میر النغمہ اپنی تلواروں سے زیادہ تیکھا ہے۔

(نذر السلام)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

"قاضی نذر السلام ہندوستان کا وہ پہلا باشعور اور مجاہد ادیب ہے جس کی شعری قوتوں نے ہمیشہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی کے لئے سرکشی، اور بغاوت کا نعرۂ مستانہ بلند کیا ہے۔

مغربی بنگال میں ضلع بردوان کا ایک چھوٹا سا گاؤں چوریلیا اس آتش بیاں باغی اور انقلابی شاعر کی جنم بھومی ہے۔ ہم مئی ۱۸۹۷ء میں اس نے ایک انتہائی قلاش مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی اور پیدائش کے چند سال بعد ہی وہ یتیم ہوگیا۔ اس کے بعد اس کی چچی کے کمزور کندھوں نے اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا بوجھ برداشت کیا۔ چچی کے ایثار اور اس کی بے پناہ شفقت کا ذکر نذر السلام نے اپنی اکثر تخلیقات میں کیا ہے۔

بے انتہا فلاکت اور فاقہ کشی کے باوجود اس نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور مقامی زبانوں کے علاوہ فارسی اور انگریزی سے نہ صرف واقفیت حاصل کی بلکہ ان دونوں زبانوں کے ادب کا گہرا مطالعہ بھی کیا۔

عہد طفولیت ہی سے اسے دیہاتی گیت لکھنے کا شوق تھا اور ۱۹۱۵ء میں جب وہ فوج میں بھرتی ہوکر بصرہ چلا گیا تو یہ شوق غیر معمولی طور پر تیز ہوگیا اور اس نے سنجیدگی سے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

شعر و شاعری کی طرف توجہ شروع کر دی۔ دوسرے لفظوں میں تیغ و سناں کی جھنکاروں نے اس کی شاعری کو پروان چڑھایا۔ اس کے نغموں کے خروش اور گھن گرج کی شاید یہی وجہ ہے کہ ان کو میدانِ جنگ کی تند و تیز فضاؤں نے پالا ہے لیکن اس کی آتشیں اور انقلاب انگیز نظموں کی وجہ سے اسے بعد میں فوجی اعزاز اور پنشن سے بھی محروم کر دیا گیا۔ کیونکہ ان نظموں میں اس نے حکومت کو بھی اپنی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔

لیکن نذر الاسلام اسکے بعد بھی کسانوں اور مزدوروں کے دلوں میں حکومت اور عوام دشمن برسر اقتدار طبقے کے خلاف نفرت اور بغاوت کی چنگاریاں پھونکتا رہا۔ اور اسی جرم میں نہ صرف اس کی نظموں کے پانچ مجموعے ضبط ہوتے بلکہ اسے دو بار جیل میں بھی جانا پڑا۔

شاعری کے علاوہ اسے راگ ودیا پر بھی عبور حاصل ہے اور اس نے ڈراموں۔ کہانیوں اور مضامین کے اکثر مجموعے بھی تصنیف کئے ہیں۔ جن میں اگنی بینا۔ باندھن ہارا۔ مرتو کھدا۔ بِشار دان۔ نشر لوہارا اور شِشِنکھا خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

سنہ ۱۹۴۲ء سے نذر الاسلام فالج کا مریض ہے۔ صاحبِ فراش ہے اور نہایت کس مپرسی کی زندگی بسر کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے نظریات پر بدستور سختی اور استحکام سے قائم ہے۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ہم کون ہیں؟

دل ہمارے صاف ہیں بغض و حسد سے پاک ہیں
خالقِ ارض و سما کی طرح ہم بے باک ہیں
تیز و طوفانی ہواؤں کی طرح ہیں بے قرار
تُند خو جیسے تلاطم۔ شوخ جیسے آبشار
ہم ہیں آزادی کے پنچھی ہم بدم اور صف بہ صف
مائلِ پرواز ہیں جو آسمانوں کی طرف

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ہم حسیں ہیں اور فطرت سے بھی بڑھ کر ہیں حسیں
چومتی ہے اپنی عظمت آسمانوں کی جبیں
پیتے ہیں بارش کا پانی کھاتے ہیں جنگل کے پھل
اپنی ہر مسکان میں کھلتے ہیں نغموں کے کنول
ہم ہیں سرشار و خراماں بادلوں کی بارشیں
روزِ پیدائش سے آزادی ہے جزوِ جاں ہمیں
ہم نہیں رکھتے قوانینِ شہی سے آگہی
جان دیں گے ہم نہ احکام و اطاعت پر کبھی
بے کلی ہے دل کے بے پایاں سمندر میں مدام
ہے تگ و دو رات دن جہد و عمل ہے صبح و شام
ہم ہیں آزادی کی ندّی کا وہ پانی دوستو!
رک نہیں سکتی کبھی جس کی روانی دوستو!

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

فریاد

جو سینچتے ہیں اپنے لہو سے یہ سبز کھیت
فاقوں سے ہیں نڈھال وہ بدبخت صبح و شام
وہ لوگ ہیں زمین کی قسمت کے پاسباں
مٹی پہ بیٹھنا بھی ہے جن کے لئے حرام
اندھے ہیں زندگی کے نگہباں بنے ہوئے
بہروں نے تھام رکھی ہے قانون کی لگام

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

کیا عدل و راستی کی توقع کہ اصل میں
قصّاب ہے اِک ایسا یہ بیداد گر نظام
جو گھونپتا ہے ہاتھ سے حلقوم میں چھُرا
لیتا ہے لیکن اپنی زباں سے خُدا کا نام

پھر بھی مَیں سُن رہا ہُوں اِسی تیرہ رات میں
اِک صبحِ نو بہ نو کا دمکتا ہُوا پیام
سُوکھے ہُوئے لبوں سے وُہ نغماتِ آتشیں
جن کی ہر ایک تان میں ہے زہرِ انتقام
صدیوں سے جو کٹیں نہ غلامی کی بیڑیاں
گاتی ہیں ٹوٹ ٹوٹ کے اب وہ بہ ہر مقام
تابندہ باد روشنیٔ صبحِ انقلاب
پائندہ باد بڑھتے اُبھرتے ہُوئے عوام

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

گجر

چھائی جاتی ہے آسمانوں پر
کسی ڈنکے کی چوٹ کی گونجار
اور اب تک ہمارے پاؤں تلے
سطحِ ارض جہاں نہیں ہموار
پھر بھی اے صبحِ نو کے فرزندو!
ہم نہیں ہو سکیں گے کم رفتار

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

خواہ حائل ہو اپنے رستے میں
بندھیاچل سا کوہ عزم شکن
اپنے جہد و عمل کی قوّت سے
پھاڑ کر رات کا سیاہ کفن
کھٹکھٹا کر شفق کا دروازہ
ہم نکالیں گے صبح نو کی دُلہن

ہم نئی زندگی کے مطرب ہیں
ولولے زمزموں میں ڈھالیں گے
اپنے سازِ طرب کی تانوں سے
تیرہ ماحول کو اُجالیں گے
مُردہ جسموں فسردہ نبضوں میں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

رُوح پھونکیں گے جان ڈالیں گے

وہ سُنو موت کے حصاروں سے
زیست آواز دے رہی ہے ہمیں
توڑ کر ہر طرح کی زنجیریں
ساتھیو آؤ مل کے بڑھتے چلیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

پیش رفتار رہرو

بڑھو آگے اے تازہ دم رہرو!
کہ آگے ہی بڑھنا ہے اپنا کمال
بڑھو لیس ہو ہو کے ہتھیاروں سے
کہاں ہے ہتھوڑا کدھر ہے کدال
بڑھو کیونکہ یہ وقت ہے کوچ کا
بڑھو کیونکہ خود وقت ہے تیز رو

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

بڑھو کیونکہ ظلماتِ حالات میں

ہمیں جگمگاتے دئے کی ہیں لو

وہ ہو مصر یا چین یا آئرلینڈ

عرب۔ کوریا۔ ناروے ہو کہ رُوس

ہمارے لہُو سے ہی اب جا بہ جا

نکلتے ہیں دُنیائے نَو کے جلُوس

ہمارا ہے غم ایک ہی آدھ ہمیں

یہ لمحاتی راحت نہیں چاہیئے

ہمیں شیریں خوابوں سے کیا واسطہ

ہمیں سستی شہرت نہیں چاہیئے

یہ قالین و مخمل۔ یہ عیش و نشاط

کہاں ہیں مداوائے رنج و ملال

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

کہ یہ سب تعفّن زدہ دولتیں

ہیں بدکار سرمایہ داری کے جال

بڑھو آگے اے تازہ دم رہرو

کہ آگے ہی بڑھنا ہے اپنا کمال

نئی صبح کا کیف انگیز راگ

سُنو تُم بھی سُنتا ہوں میں آج جو

بڑھو۔ اور تیّار ہو کر بڑھو

بنو اپنے حق کے تو قابض بنو

بڑھو آگے اے تازہ دم رہرو

بڑھو آگے اے تازہ دم رہرو

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



پبلو نرودا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

پبلو نرودا

مَیں ایک ایسا ادیب تھا جو سنسان راتوں میں دیواروں کو توڑ کر نکل جانا چاہتا تھا۔ اب میں خوش ہوں ہمیں سڑک کے بیچوں بیچ زندگی کی جانب چلنا چاہیئے۔ وہ ادیب جو سیاست سے الگ رہتا ہے ایک فرضی شے ہے جسے سرمایہ دار نے گھڑا اور پروان چڑھایا ہے۔

(نرودا)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

چلّی (جنوبی امریکہ) کے عوام کا محبوب ترین اور دنیا بھر کا عظیم انقلابی شاعر پبلو نرودا جذباتی یا، نشاتی، اعتبار ہی سے نہیں عملی طور پر بھی اپنے ذہن و دماغ کی تمام تر صلاحیتوں کا ناطہ عوام سے جوڑ چکا ہے۔ اور اسی جرم کی پاداش میں وہ مجلسِ قانون ساز کا ایک اہم رکن ہونے کے باوجود جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

وہ تےموکو ایک چھوٹے سے قصبہ میں سنہ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۹۲۱ء میں پہلی بار اس کی منظومات کا ایک مختصر سا مجموعہ منظرِ عام پر آیا۔ لیکن پبلو نرودا کی جس شعری تصنیف نے یورپ کے تقریباً تمام بڑے بڑے نقادوں کو چونکا دیا۔ وہ ۱۹۲۴ء میں "محبت کی بیس نظمیں اور ایک گیت یاس کا" کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ مجموعہ لاطینی امریکہ کی شاعری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور سنہ ۱۹۳۶ء میں جب پبلو نرودا میڈرڈ میں چلّی کے قونصل کے عہدے پر معمور تھا اس وقت اس کے آتشیں نغموں کی گونج امریکہ اور یورپ میں پھیل کر ساری دنیا کے باشعور ذہنوں تک پہنچ چکی تھی اور اب تو متعدد متمدن زبانوں میں اس کی تصانیف کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ اور دوسری عالمی امن کانگریس وارسا نے اسے اس کی نظموں پر ادب کا بین الاقوامی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

انعام بھی پیش کیا ہے

نئی نئی پُر اثر تشبیہات۔ ترو تازہ اور شاداب استعارے۔ روایتی اور رسمی قیود سے
دست برداری اور اندازِ بیاں کی لطافت اور بے پناہ خلوص پیبلو نرودا کی شاعری کی اہم ترین خصوصیات
ہیں۔ لوئی اراگاں کہتا ہے کہ جب میں نے پیبلو نرودا کے گیت کے طوفانی مدوجزر کی آواز سُنی۔ تو
میں مارچ کرتے ہوئے سپاہیوں کے بھاری قدموں پر یقین نہ کر سکا۔

پیبلو نرودا کو ایک کامیاب اور عظیم فنی کار بنانے میں جن دو شاعروں نے نہایت اہم
اور غیر معمولی رول ادا کیا ہے۔ ان میں ایک روس کا انقلابی اور عوامی شاعر "مایئکا فسکی" ہے۔
اور دوسرا مشہور امریکی مصنف "والٹ وہٹ مین"۔ حالانکہ ان دونوں شاعروں کے ادبی
اور فنی نظریات اور سماجی ماحول میں کوئی مناسبت نہیں۔ تاہم پیبلو نرودا جہاں مایئکا فسکی کے
نغموں کے خروش اور گھن گرج اور اس کے کلام کی مقصدیت اور افادیت کی تقلید کرتا ہے وہاں
وہٹ مین کے خلوص اور اس کے سوز و دروں میں ڈوبے ہوئے اندازِ بیاں کی گہرائی سے بھی بہت
متاثر ہے۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

وضاحت

آپ پُوچھیں گے کہ نرگس کے بنفشے کے ہیں وہ پھول کدھر
لالہ زار اب وہ کہاں ہو گئے غائب جن میں
لیا کرتا تھا دِل نکہت و حسن انگڑائی
جن کے پھولوں کی طراوت نے ہمیشہ بخشی
ذہن اور رُوح کو بالیدگی و زیبائی
آپ پُوچھیں گے کہ بارش کے کہاں ہیں وہ ضیا پاش گہر
جن سے وُہ نغمئی الفاظ ٹپکتے تھے کہ جو
شیشۂ ذہن میں صہبائے طرب بھرتے تھے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جن میں ملتی تھیں پرندوں کی رسیلی تانیں
جو حسیں لمحوں سے معمور ہُوا کرتے تھے

آپ پُوچھیں گے کہ مسکن ہے مرا کیا یہی ویران کھنڈر
اِس میں آتی تھی کبھی گیندے کے پھُولوں کی مہک
یہ کبھی حسن و محبّت کا پری خانہ تھا
قہقہے بچّوں کے کتّوں کی چھلانگیں تھیں یہاں
میرا گھر فرحت و تسکین کا کاشانہ تھا

اُف وُہ جلّاد جو آئے تھے مراکش کے لٹیرے بن کر
گھونپ کر کھیلتے بچّوں کے کلیجے میں چھُرے
جو یہاں اپنی شجاعت کا مزا لیتے تھے
ساتھ جن کے تھے وُہ ظالم وُہ کمینے راہب
جو ہر اک جابر و قاتل کو دُعا دیتے تھے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اسٹالن گراڈ

(۱)

میں نے لکھا ہے بہت
وقت اور نیلے سمندر کی گھنی امواج پہ
میرا موضوعِ سخن اب تک رہے
آسماں کی وسعتیں
شاداب سیبوں کے درخت

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

میں بہنے لگتے ہیں گلابی عارضوں کے آنسوؤں کے راگ بھی

اب ترے بارے میں لکھتا ہوں اے اسٹالن گراڈ!

تیرے نورانی دھوئیں میں ناچتا ہے میرا دل

میں گزر آیا ہوں حسن و عشق کے رنگیں دھندلکے چیر کر

اب میں چھوتا ہوں حیاتِ نو بنو کی صبح کی تابانیاں

جو ہوئیں پیدا ترے خورشید سے اے پیارے اسٹالن گراڈ!

اب میں ہوں آزاد میری روح بھی آزاد ہے

اب نہیں میری غذا

مضمحل کاغذ کے ٹکڑے

جو سیاہی کے ہوں دھبّوں سے ملوّث جابجا

اب میں اک بربط ہوں تیرے گیت گانے کے لئے

اب مرے نغمے ہیں تیرے سرفروشوں کے نقیب

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

سرفروش ——— ؟

تیری دیواروں سے جو کچلے گئے

جن کو مرتا دیکھ کر

اک جرس کی طرح گونج اٹھی مرے نغموں کی لے

(۲)

اور امریکی سپاہی بھی ہیں اب تیرے رفیق

مارتے ہیں تیری خاطر اب جو صحراؤں میں سانپ

سانپ جو زہری بھی ہیں کالے بھی ہیں گورے بھی ہیں

اب نہیں ہے تو اکیلا اے مرے محبوب اسٹالن گراڈ !

آور وہ انگلینڈ کے جاں باز شیر

جو سمندر کی تلاطم خیز موجیں پھاند کر

گاڑتے ہیں اپنے پنجوں کو زمیں کی روح میں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

وہ بھی تیرے ساتھ ہیں

اب نہیں ہے تو اکیلا اے مرے محبوب اسٹالن گراڈ !

اور فرانسیسی عوام

اپنے غصّے کے عَلم کھولے ہوئے

لوٹ آئے ہیں تری عظمت کے گن گاتے ہوئے

تیرے بدخواہوں کی یلغاروں سے ٹکراتے ہوئے

اب نہیں ہے تو اکیلا اے مرے محبوب اسٹالن گراڈ !

اب ترے اُونچے پہاڑوں کے تلے

کون کہتا ہے کہ تیرے نوجواں مدفون ہیں

یہ تو وہ جانباز ہیں جو زندۂ جاوید ہیں

چومتی ہیں جن کی نظریں آج بھی تیری جبیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

(۳)

آج وہ سب ہاتھ ہیں ٹوٹے ہوئے
نوچ لینا چاہتے تھے جو تجھے
آج وہ آنکھیں بھی ہیں پھوٹی ہوئی
شیطنت جن میں دہکتی تھی شراروں کی طرح
بوٹ بھی وہ آج خون آلود ہیں
روند دینا چاہتے تھے جو تجھے
قابلِ تعظیم ہے تیرا یہ نیلا آسماں
تیرے سر پر ہے حسیں تاروں کا تاج
تو ہے نصرت اور محنت کا حصار
خون میں بھیگا ہوا ہے تیرا یہ پھیلا افق
اور اسٹالن کی آنکھیں دیکھتی ہیں اس طرف

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

کیونکہ یہ اس کا خُود اپنا خون ہے

تیرے بچّے۔ تیرے باغی اور تیرے سرفروش

تیری دھرتی کا ہیں جوبن اور تیرا حُسن ہیں

تیری دُنیا زندگی اور موت کا اِک رقص ہے

تُو تھکے جسموں کے حق میں ایک رُوحِ تازہ ہے

تُو دِلوں کی آس ہے اے پیارے اسٹالن گراڈ!

(آس کھل جاتی ہے جو باغوں کے پھُولوں کی طرح

اور ظالم رائفلوں سے روند دیتے ہیں جنہیں)

تیرے اُونچے آسماں کے لختِ دِل ہیں تیرے مینارِ بلند

تیرے آئندہ زمانے کے محافظ ہیں یہی

(۴)

وُہ جو تھے بدخواہ اور دشمن ترے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ہو چکے ہیں پائمال و زیرِ خاک
جو اُڑاتے تھے ہنسی یونان کی تقدیس کی
تھوکتے تھے اس کے علم و فن کے رخساروں پہ جو
اب کہاں ہیں وہ ، اے اسٹالن گراڈ
وہ بنا ڈالا جنھوں نے اِک کھنڈر اسپین کو
سڑ رہے ہیں آج تیرے پاؤں میں
وہ جنھوں نے کر دیا ہالینڈ کے دریاؤں اور جھیلوں کو ——
انساں کے لہو سے داغ داغ
اپنے کوڑوں اور اپنی تیز تلواروں کے ساتھ
سو رہے ہیں آج تیری خاک میں
وہ جنھوں نے بھیڑیوں کی طرح غراتے ہوئے
اک حسین اور جگمگاتی رات میں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ناروے کی سب بہاریں پھونک دیں

آج وہ خاموش اور بے رُوح ہیں

(۵)

اے میرے محبوب اسٹالن گراڈ !

تیرے گائے جانے والے اور جو گائے گئے ہیں ان ترانوں کو سلام

تیرے سرفروش ہوا بازوں شہیدوں باغیوں اور جاں نثاروں کو سلام

تیرے نیلے آسماں اور چاند تاروں کو سلام

تیرے خورشیدِ درخشاں کی شعاعوں کو سلام

تجھ کو اور تیری ہواؤں کو سلام

تیرے بچّوں۔ تیرے پوتوں تیری ماؤں کو سلام

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

آرزو

مَیں ہر آدمی کے لئے چاہتا ہوں

زمیں ۔ آگ ۔ روٹی ۔ گیہوں اور چینی

سمندر ۔ کتابیں

یہی میری خواہش ہے وہ جُرم لوگو

میں پاداش میں جس کی اب در بدر پھر رہا ہوں

مری جستجو میں ہیں غدّار سرکار کے سب کرائے کے منصف

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

میرا نام جو جا بجا وہ
سدھائے ہوئے بندروں کی طرح گھومتے ہیں

کوئی دِن تھا میں خود بھی تھا اُن کا ساتھی
وہ بھولی ہوئی صبح کا ریگ زار درخشاں
وہ اِک کان دروازے پر جس کے میں بھی تو تھا ساتھ ان کے
مگر میں نے دیکھا
وہاں —— جس گھڑی اپنے آفت زدہ بھائیوں کو
تو بے ساختہ چیخ اُٹھا
"بہت دیر تک اب نہ بیٹھو گے تم چیتھڑے میرے لوگو!
بہت دیر تک بھوکے پیاسے نہیں رہ سکو گے
اٹھو گے بہت جلد تم بن کے فرزند اپنے وطن کے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

بنوگے تمہیں آخر کار ان جنگلوں کے مقدّس خزانوں کے مالک
تمہارا بھی حصّہ ہے دُنیا کی رعنائیوں۔ راحتوں اور رنگینیوں میں
اور اب عورتیں اپنے بچّوں کی خاطر
نہ آنسو بہانے پہ مجبور ہوں گی ــــــــ"

مگر ظلمتِ شب میں میری یہ آواز سُن کر
حکُومت کے فرزند جھلّا اُٹھے تھے
وہ محنت کشوں کو کوئی حصّہ دینا نہیں چاہتے تھے
وُہ کرنے لگے میری اس آرزُو کی مذمت
مگر پھر بھی مجھ کو یہ کامل یقیں تھا
مجھے بھی بہت جلد طاقت ملے گی
اسی واسطے چھوڑ کر میں نے ان نیم جاں اور بے رُوح کٹھ پتلیوں کو

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

دیا ساتھ لوگوں کا ____ محنت کشوں کا

مَیں اپنے وطن کو

وطن کے فلاکت زدہ ساتھیوں کے لئے چاہتا ہُوں

اسی روزِ روشن کی خواہش ہے مجھ کو

وطن کی ہر اک راہ پر جو اُجالے بکھیرے

مجھے چاہیئے روشنی اور ہل کی محبت

مری آرزو ہے کہ مَیں وُہ لکیریں مٹا دُوں

اُنہوں نے جو نفرت سے کھینچی ہیں ____

____ لوگوں کو روٹی سے محرُوم کرنے کی خاطر

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



لوئی اراگاں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

لوئی اراگوں

جب میں سانس لیتا ہوں تو بعض لوگوں کو جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ میں ان کی نیند میں نہ جانے کون سی محرومی پیدا کر دیتا ہوں۔ میں جب مصرعے موزوں کرتا ہوں تو ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے ڈھول پٹنے لگے ہوں، اور اتنا شور ہوتا ہے جس سے مُردے بھی جاگ اٹھیں۔

(لوئی اراگوں)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

موجودہ فرانس کا عظیم مفکّر ادیب لوئی اراگاؤں ——— ایک مقبول و محبوب عوامی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست عملی کارکن بھی ہے۔

اراگاؤں کی شاعری نے فرانس کے انحطاط پذیر اور عیش پرستانہ ماحول میں جنم لیا تھا۔ اس نے سنہ ۱۹۱۹ء میں لکھنا شروع کیا اور پورے دس سال تک اس کی ذہنی اور تخلیقی صلاحیتیں تحت الشعور کی بھول بھلیوں اور بے مقصد جدّت کی اندھیاریوں میں ٹامک ٹوئیے مارتی رہیں اور اس کا آرٹ سلوریلزم ایسی زوال پسند تحریک کی نمائندگی کرتا رہا۔

لیکن سنہ ۱۹۳۰ء میں عوامی تحریکوں کے بڑھتے چڑھتے ہوئے دھارے سے متاثر ہو کر اُس نے اپنے فکر و خیال کی ناپختگی اور اپنے ادبی میلانات کی بے راہ روی کو شدت سے محسوس کیا اور اسی زمانے میں اس نے اپنے ذہن اور عمل کا رشتہ اشتراکیت سے جوڑ لیا اور سنہ ۱۹۳۰ء میں جب اس نے سوویت روس کا دورہ کیا تو وہاں مایئکاوسکی کی رفاقت اور اس کی شاعری کی شدت اور غضب ناکی نے اس کے ادبی نظریات کو سنوارنے اور نکھارنے میں بڑا سہارا دیا۔ اور اس کی فنی قوتوں کی ترجمانیوں میں جیسے مایئکاوسکی کی شخصیت اور شاعری کے گہرے اثرات نے نئی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

زندگی اور توانائی کا خون دوڑا دیا۔

اراگاؤں کی زندگی کا وہ دور غیر معمولی طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ جب دوسری جنگِ عظیم میں نازیوں نے فرانس پر حملہ کرنے کے بعد فاشزم کی مکروہ بنیادوں پر وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور اس وقت بھی اراگاؤں اپنی نظموں اور کہانیوں کے پردوں پر نازیوں کے جبر و تشدد کے نقوش اجاگر کرتا رہا تھا۔ اور فرانسیسی انقلابی نوجوانوں نے نازیوں کے خلاف ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جو تحریک چلائی تھی اراگاؤں کئی سال تک روپوش رہ کر اس تحریک کے ہراول دستے کے ایک رکن کی حیثیت سے اُسے آگے بڑھاتا رہا تھا۔

اراگاؤں جدید فرانس کا وہ مجاہد شاعر ہے۔ جس نے گذشتہ سو سال کی بیمار اور یاسیت انگیز ادبی روایات کو جھٹلا کر فرانسیسی شاعری میں عمل اور بیداری کی روح پھونکی اور اسے ارتقا اور انقلاب کے راستے پر گامزن کیا ہے یورپ کے وہ نقاد بھی جو اراگاؤں کے سیاسی اور معاشی نظریوں سے متفق نہیں ہیں اس کی شاعرانہ بصیرت اور فنی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ترقی پسندی

اندھیری رات کا احساس تھا اگرچہ مجھے ——

مگر یہ علم نہ تھا میرے خون کے چھینٹے
جلا بھی سکتے ہیں امید و آرزو کے چراغ
خبر نہ تھی کہ مرے دل کے بیکراں جذبے
بپھر کے توڑ بھی سکتے ہیں ظلمتوں کے ایاغ

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

مرے شعور کے پھیلے ہوئے دھندلکوں میں
ترے کرم سے کھلے ہیں بصیرتوں کے کنول
تجھی سے تازہ ہوئیں میرے ذہن کی یادیں
تجھی نے بخشا مری زندگی کو سوزِ عمل

ترے ہی فیض سے میری حیات کی تلخی
جہاد اور بغاوت کی آگ میں جل کر
اُبل رہی ہے مرے گرم گرم گیتوں میں
نشاط اور محبت کے روپ میں ڈھل کر

میں اپنے دیس کے پرچم کو ہاتھ میں لے کر
تری ہی رفعت و عظمت کے گیت گاتا ہوں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

تری چمک سے تری لال لال کرنوں سے
سیاہ رنگ دماغوں کو جگمگاتا ہوں

ہزار بار ترا شکریہ کہ تو نے مجھے
وفا کا درس دیا زیست کا وقار دیا
بھرا وہ رنگ عمل جس کی تاب ناکی نے
مرے کمال کے ہر نقش کو نکھار دیا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

پیرس

غلیظ بارود کے دھوئیں میں

گھناونی موت لاکھ طوفان اٹھا کے لاتی رہی ہے اکثر

مگر یہ وہ سرزمیں ہے جس کا جوان سینہ کبھی نہ دھڑکا

جہاں ہواؤں کے مست جھونکے شراب چھلکا رہے ہیں اب بھی

جہاں جھلکتی ہیں اُجلی صبحیں اُداس راتوں کی تیرگی میں

جہاں شکستوں میں بھی چھپی ہے نئے زمانے کی فتح یابی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جہاں کئی آہنی ارادے مچل رہے ہیں تباہیوں میں
جہاں کے بیباک باغیوں سے عظیم تر کوئی شے نہیں ہے
وہ سربلند اور عظیم باغی کہ جن کی للکار گونجتی ہے
جہاں کے مرجھائے گل کدوں میں جہاں کے ویران بام و در میں
انہیں کی للکار کی لپک ہے جو چیر کر فاشیت کا سینہ
قدم قدم پر سنا رہی ہے حسین آزادیوں کا مژدہ

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

فن

تم نے مجھ سے یہ کہا تھا جانِ من!
"تم ابھی اِک خاص مدّت کے لئے
جن کی موسیقی بہت پُر شور ہے
سرد کر دو ایسے نغموں کے دِیے

آج تو وہ دَور ہے جس میں عوام
ہاؤ و ہو کی تاب لا سکتے نہیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

وہ تنہائی ہیں سہل الفاظ کے
وہ لغت میں سر کھپا سکتے نہیں

اُن کو ایسے زمزمے درکار ہیں
جن کے وہ سائے تلے سستا سکیں
اور جب ہوں سوچ میں ڈوبے ہوئے
دھیرے دھیرے وہ انہیں دُہرا سکیں"

جانتا ہوں تم کو مجھ سے پیار ہے
بارہا پھر بھی یہی تم نے کہا
"واقعی یہ چاہتے ہو تم اگر
دھڑکنوں میں بھی تمہارے پیار کا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

تو پھر اپنی شاعری کی زدح میں
تم مری تصویر ایسے کھینچ دو
جیسے جیتا جاگتا پیڑا کوئی
جاگزیں سورج مکھی کے دل میں ہو

اور ہر موضوع کی گہرائی میں
اور اِک موضوع بھی ہو جلوہ بار
اور کرو خورشیدِ نو کے نور کو
مہر و اُلفت کی دلہن سے ہم کنار"

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri



ناظم حکمت

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ناظم حکمت

بعض اوقات مَیں بھی آہیں بھر سکتا ہوں۔ میں بھی سنہرے بادلوں سے پروتے ہوئے لعلوں کے ہار بنا سکتا ہوں۔ لیکن وہ پری جو میرے شاعرانہ فیضان کا سرچشمہ ہے اس کے شانوں پہ فولاد کے پر ہیں۔

(ناظم حکمت)

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

"ترکی کا گاندل" ناظم حکمت اپنے وطن ہی کا نہیں پوری انسانیت کا عظیم اور تاریخ ساز انقلابی شاعر ہے۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے ترکی کے ایک تعلیم یافتہ خاندان میں جنم لیا۔ اس کا دادا فارسی زبان کا فاضل اور اپنے وقت کا مشہور موسیقار تھا۔ چنانچہ فارسی زبان اور علم موسیقی سے ناظم کا لگاؤ اپنے دادا کا مرہون منت ہے۔ اس کی والدہ ایک اعلیٰ پایہ کی مصورہ تھی۔ ناظم کی شاعرانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں اس کی والدہ کا بہت ہاتھ ہے۔

تیرہ سال کی عمر میں ناظم نے شاعری شروع کردی اور سولہ سال کی عمر میں پہلی دفعہ اس کا کلام منظرِ عام پر آیا۔ ۱۹۲۱ء میں انیس سال کی عمر میں اس نے قومی تحریک میں مصطفےٰ کمال کو اپنی خدمات پیش کر دیں اور اناطولیہ کے ایک چھوٹے سے شہر میں اسے معلمی کے عہدے پر معمور کر دیا گیا۔ اناطولیہ میں اسے ترکی کسانوں، مزدوروں اور فوجیوں کی زندگی کو انتہائی قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا۔ اور اس کی شاعری بھی اس ماحول سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوئی۔ اسی دوران میں انقرہ میں ایک مارکسسٹ گروپ سے اس کی راہ و رسم پیدا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ہوئی ۔ جس کے توسط سے وہ سوویٹ یونین چلا گیا۔ وہاں ماسکو یونیورسٹی میں اس نے فلسفے ۔ عمرانیات ۔ اور اقتصادیات کا گہرا مطالعہ کیا۔ ۱۹۲۵ء میں جب وہ واپس آیا تو ترکی کی سامراج دوست حکومت نے اسے تین سال کے لئے قید کر دیا ۔

اور ۱۹۳۷ء میں جب پیرس میں آرٹ دشمن اور کلچر شکن فاشیوں کے خلاف دُنیا بھر کے نمائندہ ادیبوں کا بین الاقوامی اجتماع ہوا ۔ تو اس میں ترکی کے ادیبوں کی طرف سے ناظم نے بھی شمولیت کی اور اس کے فوراً بعد ترکی حکومت نے اسے اس جرم میں اٹھائیس سال کے لئے گرفتار کر لیا کہ حکومت کو اس کی ایسی نظمیں ترک نیوی کے جہاز رانوں اور فوجی اکیڈمی کے طالب علموں سے برآمد ہوئی ہیں جو اشتراکیت کا پرچار کرتی ہیں ۔

اس قید کے دوران میں ناظم پر بہت تشدد کیا گیا اور وہ دل کی ایک خوفناک بیماری میں مبتلا ہو گیا اور پھر جب دُنیا بھر کے باشعور عوام میں اس تشدد کے خلاف غصے اور نفرت کا اظہار کیا گیا اور حکومت کے اس فاشی طرز عمل پر بھر پور صدائے احتجاج بلند کی گئی ۔ تو جولائی ۱۹۵۰ء میں ترکی حکومت ناظم کو رہا کرنے پر مجبور ہو گئی ۔

ناظم روسی شاعر مائیکافسکی سے بے حد متاثر ہے اور لوئی اراگاں کے الفاظ میں بے شک وہ خود بھی ترکی کا مائیکافسکی ہے ۔ کیونکہ اس کی اپنی شاعری میں بھی وہی خروش ۔ عظمت اور بے باکی ہے ۔ جو مائیکافسکی کا طرۂ امتیاز ہے ۔

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

موت

کیا نہیں بیٹھو گے تم لے میرے پیارے دوستو
میں خلوصِ دل سے کہتا ہوں نہیں خوش آمدید
جانتا ہوں جب میں تھا سویا ہوا
خواب کی دُنیا میں تھا کھویا ہوا
جیل کی اس سرد و تیرہ کوٹھڑی میں بے خطر
آ گئے تم سامنے والی وہ کھڑکی پھاند کر

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جانتا ہوں تم نے وہ شیشی دوا والی اُٹھائی تک نہیں

وہ عنوانی گولیوں والی وہ ڈبیا بھی ہلائی تک نہیں

اپنے ہاتھوں میں لئے اِک دُوسرے کے ہاتھ کو

آ گئے تم میرے بستر کے سرہانے دوستو

ہے تمہارے سب کے چہروں پرستاروں کی چمک

لالہ زاروں کا تبسّم۔ ماہ پاروں کی چمک

کیا نہیں بیٹھے گے تم اے میرے پیارے دوستو

مَیں خلوصِ دِل سے کہتا ہوُں تمہیں خوش آمدید

کیا یہ کم دلچسپ ہے اے ساتھیو

مَیں سمجھتا تھا کہ تُم مرحُوم ہو

چُونکہ جنّت اور جہنّم پر نہیں میرا یقیں

اور خُدا سے بھی مِری کوئی شناسائی نہیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اِس لئے یہ سوچتا تھا زندگی میں بارہا

پیش اِک سگرٹ بھی تُم لوگوں کو کب میں کر سکا

کیا یہ کم دلچسپ ہے اے سانبھو

مَیں سمجھتا تھا کہ تُم مرحُوم ہو

اور تم کھڑکی کے رستے کوٹھڑی میں آ گئے

میری آنکھوں پر غبارِ نور بن کر چھا گئے

اس لئے کیا اب نہیں بیٹھو گے میرے دوستو

میں خلوصِ دل سے کہتا ہُوں تمہیں خوش آمدید

ہاشم! اے بھائی مرے عثمان کے لختِ جگر

کس لئے ہو تُم زبُوں حال و پریشاں اس قدر

سخت حیرت ناک ہے یہ واقعی

کھو چُکے تھے تُم تو اپنی زندگی

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

سنگِ دل رنج و مصائب کی اندھیری راہ میں
شہرِ استنبول کی شاداب بندرگاہ میں
آہ وہ ظالم جہاز
فتنہ ساماں، فتنہ ساز
جس پہ اِک دن کوئلے ڈھوتے ہوئے
پاؤں پھسلا تُم اچانک گِر پڑے
ہائے کتنے روح فرسا تھے وہ لمحاتِ ملال
خُون میں بھیگا ہُوا تھا جب تمہارا بال بال
ہَولے ہَولے ڈُوبتی جاتی تھی نبضِ زندگی
کون جانے تھی تمہیں کتنی اذیت اس گھڑی
اِس لئے تم کیوں کھڑے ہو بیٹھ جاؤ میرے پاس
مَیں خلوصِ دِل سے کہتا ہُوں تمہیں خوش آمدید

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اور تم یعقوب اے آلام دنیا کے شکار

اے پہاڑی گاؤں کے باسی اے میرے یار غار

میں سمجھتا تھا کہ تم بھی مر چکے ہو حلقۂ غم توڑ کر

اپنے بچوں کے لئے ورثے میں آفاتِ زمانہ چھوڑ کر

گرمیوں کی دوپہر کو ایک گورستان میں

ہم سبھوں نے مل کے دفنایا نہیں تھا کیا تمہیں

لیکن اے یعقوب! تم زندہ ہو اور زندہ رہو

میں خلوصِ دل سے کہتا ہوں تمہیں خوش آمدید

اور تم احمد جلیل!

اے ادیبِ بے عدیل

میرے ساتھی میں نے دیکھا اپنی آنکھوں سے تمہیں مرتے ہوئے

اور لوگوں کو تمہاری لاش کو تابوت میں دھرتے ہوئے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اور شدّت سے مجھے احساس یہ ہونے لگا
اپنے قد سے تو تمہیں تابوت بھی چھوٹا ملا
نیچے رکھ دو چھیڑتے ہو میری اس بوتل کو کیوں
ہیں تمہاری وہ بُری عادات اب تک جُوں کی تُوں
نشہ آور شے نہیں
یہ دوا ہے مے نہیں
زندگی کی تلخیوں کو بھول جانے کے لئے
درد کی بڑھتی ہوئی شدّت گھٹانے کے لئے
چاکِ دل سیتے تھے تم
کس قدر پیتے تھے تم
مار ڈالا تھا تمہیں تو یورشِ آلام نے
لیکن اب زندہ کھڑے ہو تم بھی میرے سامنے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

آؤ آؤ میرے پاس آؤ میرے پیارے جلیل!

میں خلوصِ دل سے کہتا ہوں تمہیں خوش آمدید

اور اپنے شعر میں با افتخار و با جلال

کہہ گیا ہے فارسی کا شاعر دیرینہ سال

"عادل و منصف ہے کتنی موت کی خونیں نظر

ایک ہی سا وار کرتی ہے گدا و شاہ پر"

تم لئے ہاشم کس لئے حیران ہو

کیا نہیں تم جانتے اس شاہ کو

چند سکّوں چند لقموں کے لئے

مر گیا جو کوئلے ڈھوتے ہوئے

اور اپنے شعر میں با افتخار و با جلال

کہہ گیا ہے فارسی کا شاعرِ دیرینہ سال

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

"عادل و منصف ہے کتنی موت کی خونیں نظر
ایک ہی سا وار کرتی ہے گدا و شاہ پر"
اور تم یعقوب اے بھائی مرے
آج یوں خندہ بلب ہو کس لئے
کب ہوئے تھے شادماں تم زندگی میں اس طرح
مسکرائے تھے کہاں تم زندگی میں اس طرح

اور تم احمد جلیل!
اے ادیب بے عدیل
چھوڑ دو بوتل دوا کی چھوڑ دو
اپنے غصے کی کلائی موڑ دو
اب یہ غصہ کام آ سکتا نہیں
کیونکہ مجھ کو ہے یقیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

عادل و مُنصف ہے ظالم مَوت کی خونیں نظر
تُم تقاضا کر رہے ہو میرے ساتھی کیوں مگر
"کِس لئے تخصیص ہے یہ مَوت ہی کے واسطے
زندگی بھی خوگرِ انصاف ہونی چاہیئے"
اَور اپنے شعر —— چھوڑو خیر اب یہ داستاں
یہ مگر کیا جا رہے ہو سب کے سب اب تم کہاں
مجھ سے کیا ناراض ہو اَے دوستو!
جا رہے ہو کیوں رُکو اے دوستو!

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

بیسویں صدی

"کاش سوئے رہیں سو سال تک اے میری بیگم"
کون کہتا ہے یہ آواز کہاں سے آئی
میں کوئی بزدل و غدار نہیں ہوں جو مجھے
اپنے ادراک کی منظور ہو یوں رسوائی

اس ستم خوردہ صدی سے ہیں ہراساں تو نہیں
سرخ ہیں نکبت و افلاس سے جس کے رخسار

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جس میں عظمت بھی ہے قوّت بھی ہے ہیجان بھی ہے
ایک باغی سے بہت ملتا ہے جس کا کردار

بلکہ نازاں ہوں کہ اس دَور کا فرزند ہوں میں
قبل از وقت نہیں ہے مِری ہستی کی نمود
خوش نصیبی ہے مِری مَیں بھی ہوں ان کا ساتھی
اک نئی زیست کی تخلیق ہے جن کا مقصود

اپنے ماحول کے اندوہ والم کے باوصف
میری محبوب! مَیں حالات سے مایوس نہیں
جگمگاتی ہے اندھیرے میں مرے ذہن کی ضو
میرا بھرپور عمل مجھ کو دلاتا ہے یقیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اس صدی سے بھی تری جھومتی آنکھوں کی طرح
دھوپ پھوٹے گی در و بام درخشاں ہونگے
سو برس تک تو کہاں اس سے بہت پہلے ہی
اپنے لمحاتِ سیہ فام درخشاں ہونگے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ایک خط

(بیوی کے نام)

مَیں نے کل اے میری پیاری تم کو دیکھا خواب میں
تم نے اپنا سر اُٹھایا یک بیک
اور دُھندلائی ہُوئی آنکھوں سے دیکھا میری سمت
کپکپاتے تھے تمہارے نرم و نم آلُود ہونٹ
باوجُود اس کے تمہاری دِل نشیں آواز کب مَیں سُن سکا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

رات کے گہرے اندھیرے میں کہیں
گونجتا ہے آہنی گھڑیال خوش آئند خبروں کی طرح
اور سُن سکتا ہوں میں
کھیت کے پرلی طرف
اپنی اُس چڑیا کی "میمورا گنی"
سُرخ پنجرے میں ہے جو اب تک اسیر
اور سُن سکتا ہوں میں
اپنی دھرتی سے تڑخ کر اگنے والے ان گنت بیجوں کا شور
اور ابد کی سنسناہٹ کو فضائے تیرہ میں سرگوشیاں کرتے ہوئے
اور اک پاکیزہ ہنگامہ کسی بڑھتے ہوئے انبوہ کا

کپکپاتے تھے تمہارے نرم و نم آلود ہونٹ

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

باوجود اس کے تمہاری دِل نشیں آواز کب میں سُن سکا

ایکا ایکی بڑبڑا کر ہو گیا بیدار میں

پڑھتے پڑھتے آگئی تھی نیند سی

کیوں مگر ان سب صداؤں اور اس گونجار میں

میرے کانوں تک تمہاری ہی صدا پہنچی نہیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

تمہارے ہاتھ

اے لوگو! یہ ہاتھ تمہارے
پتھر کے مانند بہت گمبھیر ہیں لیکن
افسردہ اور غمگیں بھی ہیں
زنداں کے نغمات ہوں جیسے
بوجھ اٹھانے والے جانوروں سے بڑھ کر
باہمت ہیں اور قوی ہیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

بھوکے بچّوں کے جوشیلے چہروں سے ہیں

شہد کی مکھّی جیسے ہُنرمند اور جفاکش

بھاری بھرکم ـــــ دودھ بھرے سینے ہوں جیسے

اور بہادر ـــــ جیسے فطرت

ان ہاتھوں کی ساری نرمی

چھپی ہوئی ہے

اپنی سخت اور کھردری کھال کے اندر

گائے کے سینگوں پر یہ دُنیا کھڑی نہیں ہے

ہاتھ تمہارے تھامے ہوئے ہیں اس کو

اے بدقسمت سادہ لوگو!

جھوٹ کے دسترخوان ہمیشہ

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

تم کو پیش کیے جاتے ہیں

جب کہ تمہارے پیٹ ہیں خالی

روٹی کے اِک اِک ٹکڑے کو

ترس رہے ہو

ہر دم تم کو بھوک کے شعلے

جھلس رہے ہیں

اور تم اس پھیلی دُنیا کو

اور اس کے خوش رنگ پھلوں کو

یُونہی چھوڑ کے مر جاتے ہو

اے بدقسمت سادہ لوگو!

ایشیا۔ افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے اے لوگو!

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اُور اے میرے وطن کے رہنے والو!

تم جو سب سے بڑا حصّہ ہو اس دُنیا کا

اپنے ہاتھوں ہی کی طرح ہو

سوچ میں ڈوبے بوڑھے بوڑھے

پھر بھی اپنے ہاتھوں کے مانند ہو پُر جوش اور جواں تم

اور اے لوگو! یورپ اَور امریکہ والو!

تم ہو بہادر اَور پھُرتیلے

پھر بھی اپنے ہاتھوں کے مانند ہو سیدھے سادے بھولے بھالے

جلد ہی دھوکا کھا جاتے ہو

آسانی سے مکر کے جال میں پھنس جاتے ہو

اے لوگو! اے سادہ لوگو!

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

.بول رہے ہیں جھوٹ اگر یہ چھاپے خانے
.بول رہے ہیں جھوٹ اگر اخبار، کتابیں اور رسالے
.بول رہی ہیں جھوٹ اگر ان گرجا گھروں کے
پادریوں کی نیک دُعائیں
.بول رہی ہیں جھوٹ اگر ان سیمیں پردوں پر لہراتی
چھم چھم کرتی ————
ماہ وشوں کی ننگی ٹانگیں
.بول رہے ہیں جھُوٹ اگر سب خواب تمہارے
.بول رہے ہیں جھُوٹ اگر میخانے کے مدہوش مغنّی
.بول رہی ہے جھُوٹ اگر وہ چاندنی شب بھی
آتی ہے جو ایک اذیت دینے والے دن کٹنے پر
.بول رہے ہیں جھُوٹ اگر الفاظ لغت کے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

بول رہی ہیں جھوٹ اگر دلکش آوازیں

بول رہے ہیں جھوٹ اگر دن رات تمہارے ہاتھوں کی محنت کے ڈاکو

اور اگر ہر چیز ہے جھوٹی

اور اس جھوٹ کے اندھیارے میں

صرف تمہارے ہاتھ صداقت کی شمعیں ہیں

تو پھر اس کا مطلب یہ ہے

چاہتے ہیں وہ ——— ہاتھ تمہارے

مٹی جیسے بے قیمت بے حس بن جائیں

اور اندھیرے کے مانند یہ بے نور اور اندھے ہو جائیں

دور رہیں یوں عقل و خرد سے

جیسے تعاقب میں بھیڑوں کے دوڑنے والے جاہل کتے

تاکہ نہ بھڑکیں ان میں بغاوت کے انگارے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

اور ان میں احساس کی کوئی لہر نہ دوڑے
تاکہ اس ہر لمحہ بدلتی
سحر انگیز حسین دُنیا میں
جہاں ہماری زیست کی مُہلت نہیں زیادہ
سرمائے کے جبر و تشدد کی زنجیریں ٹُوٹ نہ جائیں

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

جشنِ انقلاب

میں جشنِ روزِ مبارک کے بعد مدت تک
عجیب بات نہیں ہے جو زندہ رہ جاؤں

میں جشنِ روزِ مبارک کے بعد مدت تک
سفید داڑھی کے لے کر نشان ٹھوڑی پر
اگر جہانِ دل آویز سے بچھڑ نہ سکا

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

تو کوچے کوچے میں دیو ادر در کے سائے تلے
قدم قدم پہ سناؤں گا وائلن ان کو
جو انقلاب کی منزل پہ کامراں پہنچے

ہر ایک سمت پھر ان سحر کار راتوں میں
مہکتے ہنستے ضیا بار راستے ہوں گے
نئے عوام کے قدموں کی آہٹیں ہوں گی
نئے نویلے طرب ناک زمزمے ہوں گے

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

ہمارا انتخاب —— ہمارا معیار

۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء کے بہترین ادب

کے بعد

مکتبہ شاہراہ اس سلسلہ کی تیسری کڑی پیش کرتا ہے

۱۹۵۱ کا بہترین ادب

چار سو صفحے کی اس ضخیم اور تاریخی کتاب کو ملک کے چار

نامور ادیبوں نے مرتب کیا ہے

سردار جعفری —— ممتاز حسین

جگن ناتھ آزاد —— پرکاش پنڈت

قیمت پانچ روپے

مکتبہ شاہراہ۔ دہلی